تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنہ
(۹)

محمد صغیر حسن معصومی

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کا ظن یہ تھا کہ جوہر نار یا خاک سے پیدا کی ہوئی ساری مخلوق سے وہ زیادہ علم والے تھے، کہ ان کا جوہر جیسا کہ مذکور ہوا نور ہے، یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی عظمت ان کو حاصل تھی، اور یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ جن و انس میں بہت سے نافرمان ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کے ساتھ آزمایا پھر سجود میں مبتلا کیا تاکہ بشر کے علو مرتبت اور شرف کا اظہار کرے اور اس علم کی عظمت کا اظہار کرے جس کی وجہ سے انسان کو بزرگی و کرامت حاصل ہوئی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفہوم اللہ کے قول ''ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك،، اور ہم لوگ تیری حمد و تعریف کرتے ہیں اور تیری تقدیس میں رہتے ہیں،، سے ظاہر ہے۔

وقولہ : ''انی جاعل فی الارض خلیفة،، بے شک میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں،، ایک گروہ کا قول ہے کہ اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، جو فرشتوں کے قائم مقام ہیں زمین میں اور جنوں کے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔

یہ مفہوم بعید ہے، گویا کہ انہوں نے کہا : ''أتجعل فيها من يفسد

فیھا،، (کیا تو زمین میں فساد کرنے والوں کو بنائے گا ؟) اور آدم علیہ السلام وہ نہیں تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے ، اور خون بہاتے تھے، بلکہ وہ تو اللہ کی حمد و تقدیس میں رہتے تھے۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ آدم اور ان کی اولاد جو قیامت تک ہوں گی مراد ہیں، کہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ویجعلکم خلفاء الارض (سورۃ النمل : ٦٢) اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو زمین میں خلفاء بنائے گا۔ یا ان کو ان لوگوں کا خلفاء بنائے گا جن کا ذکر گزر چکا بشرطیکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ صحیح تھا۔

یہ بھی جایز ہے کہ زمین پر وہ رہیں۔ کیونکہ زمین ان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ ان کا مستقر بنے، گہوارہ بنے اور لوٹنے کی جگہ بنے، اور وہ سب اس کے رہنے والے اس کو آباد کرنے والے بنائے گئے، یعنی خلفاء ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور دین کا اظہار کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام سے خطاب فرماتا ہے : ''انا جعلناك خليفةً فی الارض،، (سورۃ ص : ٢٦) بے شک ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے خلیفہ بنایا کہ زمین کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں، خواهش نفسانی کی ابتاع نہ کریں، اور یہی حکم بنو آدم کو دیا گیا ہے۔

وقولہ : ''ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك قال انی اعلم ملاتعلمون،، اور ہم سب اے اللہ آپ کی تعریف کی تسبیح پڑھتے ہیں، اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بے شک میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم لوگ نہیں جانتے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (ہم تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں) آپ ہی کے حکم سے ،

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ہم تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں آپ ہی کی معرفت سے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تسبیح و تقدیس آپ کی ثناء و حمد کے ساتھ کرتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس بات کا ذکر نہیں کرتے: کہ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے ان پر اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی توفیق دی ہے اور خاص کیا ہے۔ اس لئے کہ انسانی صفات میں سے انھوں نے کیونکر انسان کے شر کا ذکر کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی، حالانکہ حمد کی توفیق اللہ تعالی نے انہیں دی تھی، یا انسان کے لئے گناہ سے بچنے کی دعا کرتے، اور ان کی آزمایش پر اللہ کی مغفرت چاھتے۔

یہی وجہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ انھوں نے اپنے کو بعد میں زمین والوں کی مغفرت طلب کرنے میں مشغول رکھا اور اللہ کے دوستوں کی مدد چاھنے میں مصروف رکھا، اور ان باتوں کی طاقت اللہ تعالیٰ ھی کی توفیق سے ھوتی ہے،

اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس نے ان فرشتوں سے سوال کیا: اگر آدم کو ان پر فضیلت دی گئی، اور انھیں آدم کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا تو وہ کیا کریں گے؟

تو اللہ جل شانہ نے اس بات کو ظاھر کردیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ابلیس نے اپنی نافرمانی چھپارکھی ہے ساتھ ھی فرشتوں کی طاعت و فرمانبرداری کو ظاھر کردیا۔

البتہ یہ بات ایسی ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں، کیونکہ عتاب جملہ ملائکہ سے متعلق ہے، اور خطاب کا تعلق خبر دینے سے ہے، نیز ان امور سے جو اس سے متعلق ھیں اور سجود کا حکم بھی خطاب سے متعلق ہے گو یہ حکم آدم کے بارے میں نہیں تھا،۔

اس بات کا احتمال نہیں کہ ابلیس لعین کے سوال کا فرشتوں سے مواخذہ کیا جائے گا۔

البتہ وجوہ عتاب ان اشیاء کے بارے میں خبر دینے کا احتمال رکھتے

هیں جن میں فرشتے نافرمانی کو نہیں پہنچے ، اور اللہ ھی توفیق دینے والا ھے ۔

وقوله : ''وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملائكة ،، اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سارے اسماء سکھا دئے، پھر ان کو فرشتوں پر پیش کیا ۔

اس بات کا احتمال ھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے فائدے کے لئے سکھایا ۔

اور اس بات کا احتمال بھی ھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے فرشتے کو جو امتحان میں نہیں ڈالے گئے تھے، بھیج کر سکھایا ، اس صورت میں دو وجہوں سے ایک کی تثبیت ھوتی ھے :

(۱) یا تو اشیاء کا حقیقت میں جاننا بدیہی ھے کہ یہ علم ان اسباب میں نظر کرنے کے وقت حاصل ھوتا ھے جن میں تامل کرنے سے وہ اسباب علم کے وقوع کی دلیلیں ھیں ، جیسے دیکھنے کے وقت اور آنکھ کھولنے کے وقت آنکھ سے ادراک کرنا واقع ھوتا ھے ۔

(۲) یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سیکھنے کے فعل کو پیدا کردیا، جس کو آدمی جانتا ھے، ان سارے امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ھے اور کہا جاتا ھے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا یا (علم دیا)

اسی طرح کا اللہ کا قول ھے : علمه البيان '' (الرحمن : ۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیان سکھایا،، ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا قول : ''وما علمناه الشعر وما ينبغى له،، (یسین : ۶۹) اور نہیں سکھایا ھم نے ان کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) شعر، اور نہ یہ ان کے لئے سزا وار ھے ۔

(اس آیت پاک میں) ان سارے اسباب کا احتمال نہیں، کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ھیں اور نہ انسان نے کسی حقیقت کو اس لئے سیکھا کہ اس کی خبر دے ۔ اسی طرح فرشتوں کا قول ھے ''لا علم لنا الا ما علمتنا،، (البقرة : ۳۲)

ہمیں کوئی علم اس کے سوا نہیں جس کو تو نے ہمیں سکھایا ،، اور اللہ تعالیٰ ھی توفیق دینے والا ھے -

وقولہ : ’’فقال انبئونی باسماء ھؤلاء،، اللہ تعالیٰ کا حکم ھوا مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ- بظاھر امر اور حکم ھے، لیکن عتاب و وعید کا احتمال بھی ھے کہ اس طرح کی آیتیں قرآن حکیم میں بکثرت ھیں -

اگرچہ آیت کا مفہوم درحقیقت امر ھے کہ یہ اس بات کی دلیل ھے کہ ایسے امور کا حکم دینا جایز ھے جن کو محکوم نہیں جانتا، مگر کسی ذی علم سے ان کے علم کا حصول ممکن ھے، اور طلب کرنے پر ان کا علم حاصل ھوسکتا ھے ، اس طرح تعلیم اور بحث و تفتیش کے درجے کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ھے -

اس بات کا احتمال بھی ھے کہ ان فرشتوں کی تنبیہ کردی گئی کہ آدم علیہ السلام کے بتانے کے بعد انھیں یہ خیال نہ ھو کہ اگر وہ تکلف سے کام لیتے تو اس علم کو پالیتے -

یا اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد ھے کہ فرشتوں کو یہ عجیب معجزہ دکھادے جو آدم علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ھے، فرشتوں کو نصیحت کردی گئی کہ وہ اس علم سے عاجز ھیں ، اور اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے لئے لازم کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جائیں - ایسی ھی آیت ھے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا : ’’وماتلك بیمینك یا موسی،، (طہ : ۱۷)، اے موسی آپ کے ھاتھ میں یہ کیا ھے ؟ اللہ تعالیٰ نے اولاً ان کو یاد دلایا کہ ان کا حال اور ان کے عصا کی حقیقت کیا ھے، تاکہ موسی جان لیں کہ ان کے ھاتھ میں جو کچھ اللہ نے دکھایا ان کی نبوت کی نشانی ھے - سلام ان پر اور ھمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر !

وقولہ : ’’ان کنتم صادقین، قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك

انت العلیم الحکیم، قال یا آدم انبئهم باسمائهم، فلما انبأ باسمائهم قال: ألم أقل لکم إنی أعلم غیب السماوات والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون، واذ قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکافرین،،۔

ترجمه: اگر تم لوگ سچے ہو، فرشتوں نے جواب میں کہا: تیری ذات پاک ہے! ہمیں اس کے سوا کوئی علم نہیں جس کو تونے ہمیں سکھایا، بے شک توھی ہے علم والا حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ نے جس پر فرمایا: اے آدم انہیں ان ساری اشیاء کے نام بتادو۔ جب آدم علیہ السلام ان کے ناموں کی خبر دی تو اللہ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کی غایب چیزوں کو جانتا ہوں، اور اس کو بھی جانتا ہوں جس کو تم لوگ ظاھر کرتے ھو اور اس کو بھی جس کو تم چھپاتے ھو، اور جب ھم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس نے انکار کیا اور بڑائی چاھی، اور وہ نافرمانوں میں سے ہے،،

جن معانی کو لوگوں نے ذکر کیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ جب سے تم پیدا کئے گئے صدق اور سچائی کی صفت کے حامل رہے، یا اس بات پر سرزنش ہے کہ علم کے بغیر گفتگو کی، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سچ کہو اور نادانی کے ساتھ بات کرنے سے پرہیز کرو، اور ان ھی معانی میں ہے کہ فرشتوں نے کسی شے کے بارے میں قول کا تکلف نہ کیا، اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا۔

ابوبکر عبدالرحمان بن کیسان (ان کا حال پہلے گذر چکا) فرماتے ھیں کہ اس آیت سے نجومیوں اور طیور، نیز بعض حیوان کے گذرنے یا بعض ناموں یا آوازوں سے فال لینے اور پیشنگوئی کا بطلان ثابت ہے کہ نجومی اور عائف (عیافہ شناس، فال لینے والے) کا دعوی کہ غیب بتا سکتے ھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ھونے والی باتوں کی خبر کرتے ھیں یہ سب لغو ہے۔

حضرت آدم علیه السلام کے قصے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی نبوت پر دلالت موجود ھے، کیونکہ ھمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیه وسلم نے ان باتوں کی خبر دی جن کا علم قرآن کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کے ذریعہ معلوم ھوا حالانکہ یہ معلوم ھے کہ حضور صلی اللہ علیه وسلم ان کتاب والوں سے نہیں ملے اور نہ ان زبانوں کو جانتے تھے جن میں یہ واقعہ ان کی کتابوں میں مذکور ھے، اس واقعے کو اس طرح ذکر کیا کہ کوئی شخص حضورؐ کے خلاف عدم علم کا دعوی نہیں کر سکتا، تاکہ یہ معلوم ھوجائے کہ اللہ کی توفیق سے ان کو اس کا علم حاصل ھوا۔

اس واقعے میں انسان کے باپ آدم علیه السلام کی فضیلت پر بڑی کھلی دلالت ھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیه السلام کا اپنے فرشتوں کو محتاج بنا دیا کہ اصل اشیاء کا علم حاصل کریں اور یہ ایسا علم کہ ھر خیر اس کے لئے تابع کے مانند ھے، اور اسی علم سے درستگی و صلاح اور نفع حاصل ھے اور صلاح کے کرنے کی قوت اللہ ھی کی توفیق سے ھے۔

وفیها دلالة محنة الملائکة لوجهین

اس آیت شریف میں ملائکہ کی محنت و آزمایش پر دو طرح دلالت موجود ھے :-

۱۔ ان کا علم سیکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ھے کہ خیر و نیکی کا حامل ھو، اس لئے کہ انسان بغیر کسی تکلف کے بھی مورد الہام بنتا ھے، کیونکہ فرشتوں کو علم کے حصول کا حکم دیا گیا ھے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان : ''انبئونی،، سے ایک قسم کی تہدید سمجھی جاتی ھے۔ اور ایسی تہدید جس میں کوئی محنت و آزمایش نہ ھو کسی طرح صحیح سمجھی نہیں جاسکتی، علاوہ ازیں (اس لفظ کی تفسیر میں) یہ بات گزر چکی ھے کہ علم کی جستجو

اور طلب ضروری ہے، (اس سے فرشتوں کے عجز کی نشاندہی ہوتی ہے، کہ بغیر حاصل کئے وہ علم حاصل نہ کرسکتے)۔

۲ - دوسری وجہ محنت کے حق میں یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ جس نے انکار کیا اس کو کافر ابلیس قرار دیا۔

اس میں آدم علیہ السلام کی فضیلت پر بڑی دلالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق کی عبادت کا درجہ عطا کیا۔ اور اللہ ہی سے خیر کی توفیق ملتی ہے،

اس آیت پاک سے یہ بھی واضح ہے کہ خود سجود عبادت نہیں، کیونکہ سجود کسی مخلوق کے لئے بھی ممکن ہے، چنانچہ آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم دیا گیا ہے: ”و اذ قلنا للملائکة اسجدوا لادم،، (البقرة : ۳۴) سے ظاہر ہے۔ حالانکہ آدم کے لئے عبادت کا حکم دینا جایز نہیں کہ اللہ کا خاص نام المعبود (عبادت کیا ہوا) ہے۔ اگر غیر اللہ میں سے کسی کے لئے عبادت جایز ہوجائے تو وہ معبود، الہ ہو جائے گا (جو سرا سر شرک ہے)۔

دلیل یہ ہے کہ عرب کے لوگ ہر اس چیز کو جس کی عبادت کرتے ہیں الہ کا نام دیتے ہیں، اور شرک سے بچنے کی قوت اللہ ہی دیتا ہے۔

پھر سجود خضوع کے معنی کا احتمال رکھتا ہے (مفسر اب سجدے کی تقسیم معنی و مفہوم کے لحاظ سے کرتے ہیں)، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ” یسجد لہ من فی السموات و من فی الارض،، (الحج : ۱۸) الایة اس کے آگے خشوع خضوع کرتے ہیں وہ لوگ جو آسمانوں میں اور جو لوگ زمین میں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا قول ہے: والنجم والشجر یسجدان (الرحمن : ٦) لت والے پودے اور درخت سب اللہ کے آگے خشوع و خضوع میں رہتے ہیں، پس اگر اس سے مراد خضوع اور تعظیم ہے تو یہ ہر محتاج کا حق ہے کہ

دوسرے سے جس سے نجات کی امید ہو عاجزی کرے، اور جس سے بلندی درجات اور بزرگی کی امید کی جاتی ہے اس کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کے آگے خشوع و خضوع سے کام لے۔

دوسرا (نکتہ امر بالسجود) کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح آزمایا ہے کہ عبادت و فرمانبرداری کی قدر و مرتبت لوگوں پر ظاہر ہوجائے۔ کیونکہ بظاہر کسی کا کسی کے آگے جھکنا اور خشوع و خضوع کرنا کوئی قیمت نہیں رکھتا نہ یہ کوئی بڑی ذی مرتبت چیز ہے، بلکہ نہایت آسان امر ہے کہ مخلوق کی طبیعت میں یہ داخل ہے، تو جب امر بالخضوع کی تقدیر میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جس کو حکم دیا گیا ہے وہ مرتبے میں کمتر ہے یا شکل میں کم درجے کا ہے، یا جس کو حکم دیا گیا ہے اور جس کے لئے حکم دیا گیا ہے ان کے مرتبے میں کوئی زیادہ فرق نہ ہو تو ایسے امر بالطاعة والخضوع میں ظاہر ہے بڑی محنت و آزمائش ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس امتحان میں مبتلا کیا، تاکہ اللہ کے نزدیک اپنے حق کو سپرد کرنے والے اور عجز و خضوع کو ظاہر کرنے والے اور (بلاحکم خداوندی) بڑائی ڈھونڈنے والے میں فرق واضح ہوجائے۔ اور ابلیس متکبر ذلیل و خوار ہو،

اسی معیار پر انبیا علیہم السلام کے متعین اور منکرین کا اکثر طور پر امتحان لیا جاتا ہے۔ تو منکرین اپنی عظمت کے آگے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے، اور اپنے اس گمان میں رہ جاتے ہیں کہ وہ اتباع کے حقدار زیادہ ہیں، (دوسروں کے متبع نہیں بن سکتے) واللہ اعلم،

یہاں ایک اور وجہ ممکن ہے، یعنی ذکر سجود کے مقصد اور حقیقت سجود کے مفہوم کو دو طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

ایک حقیقت یہ ہے کہ سجدہ کو تحیہ کے لئے سمجھا جائے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ نے ملائکہ پر یہ لازم قرار دیا کہ آدم علیہ السلام کے تحیہ کے لئے سجدہ کریں، یہ آغاز ہے اصل انسان کے اکرام و تعظیم کا، اور جنت میں سارے مومنین کا یہی مآل و مرجع ہوگا کہ فرشتے ان کو تحیے اور تحفے پیش کریں اگرچہ نفس تحیہ کی صورتیں مختلف ہوں گی۔

اس سے صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ سجدہ فی نفسہ عبادت نہیں، کیونکہ بشر کے لئے بھی اس سجدہ کا حکم آیا ہے، (اگر عبادت سمجھی جائے تو ظاہر ہے کہ شرک ہے کیونکہ) غیر اللہ کی عبادت کا حکم جائز نہیں، تو فعل کی حیثیت سے سجدہ غیر اللہ کے لئے ہے (مگر اللہ کے حکم کی وجہ سے) اللہ کی عبادت ہے، جیسا کہ دوسری نیکیوں کا حال ہے کہ نیکیاں خلق خدا کے لئے کی جاتی ہیں۔

اسی تحیہ کے طور پر یوسف علیہ السلام کے لئے حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کو سجدے کا حکم دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

دوسرا مفہوم کسی کو سجدہ کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کے لئے حقیقی معنے میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے امر کی تعظیم کے لئے کعبہ کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے، اس سے کعبے کی عظمت اور روئے زمین پر اس کو خصوصیت حاصل ہے۔

اسی طرح ساری خلائق بشر میں آدم علیہ السلام کی تعظیم و رفعت شان کے لئے سجدہ کا حکم دیا گیا ۔ دونوں مفہوم میں برابر ہیں، (کعبہ اور آدم علیہ السلام) ،

بعد ازاں مخلوق کے لئے سجدہ منسوخ کردیا گیا۔ جس کا ثبوت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے: کہ ”آپ نے فرمایا اگر کسی کے

لئے سجدہ حلال (جایز) ہوتا تو البتہ میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے،(۱)

---

۱ - یہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے، اور الفاظ حدیث میں کچھ اختلاف بھی ہے، امام ماتریدی کے الفاظ سے قریب تر روایت وہ ہے جس کو امام شوکانی نے ترمذی سے روایت کی ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لوکنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجها،، مصنف نے ان الفاظ کو حدیث کے آخری الفاظ قرار دئے ہیں، لیکن امام ترمذی اس پر اضافه کرتے ہیں: ''ولو امرها ان تنقل من جبل ابیض الی جبل اسود و من جبل اسود الی جبل ابیض لکان ینبغی لها ان تفعله،،۔

ترمذی فرماتے ہیں که یه حدیث حسن ہے، اور ابو داؤد اور حاکم نے قیس بن سعد سے روایت کی ہے، حاکم کہتے ہیں که یه صحیح ہے، اور ذهبی نے اسی طرح اس روایت کو ثبت کیا ہے، اور امام احمد نے اس کو بتمام و کمال روایت کی ہے، نیز یه لکھا ہے که امام احمد نے حضرت انسرض سے روایت کی ہے، منذری اسناد جید کے قائل ہیں۔ اس کے سب راوی ثقه مشہور ہیں، ابن ماجه نے حضرت بریرہ اسلمی اور حضرت عائشه رضی اللہ عنها سے روایت کی ہے، ابن حبان نے ابن ابی اوفی سے روایت کی ہے ۔

(دیکھئے فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۳۲۹/۵، نیز نیل الاوطار للشوکانی ۲۰۷/۶)۔